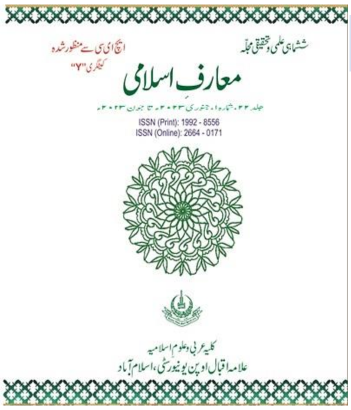

معارفِ اِسلامی   Ma’ārif-e-Islāmī

eISSN: 2664-0171, pISSN: 1992-8556
Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.23 Issue: 01 (January – June 2024)
Date of Publication: 25-June 2024

https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi

Article	سیرت النبی ﷺ پر فلپ ہٹی اور بروکلمان کی بعض افتراء پردازیوں کا تنقیدی جائزہ *Critical Review of Some Fabrications by Philip Hitti and Brockelmann on the Prophet's Seerah (PBUH)*
Authors & Affiliations	**1. *Dr. Irfan Saghir*** *Lecturer, Shifa Tameer-e-Millat University, Islamabad* *hirfan125@gmail.com* **2.** Sara Javed *MA, Islamiat, Hazara university Mansehra* *ma2113930@gmail.com*
Dates	***Received*** 15-01-2024 ***Accepted*** 12-04-2024 ***Published*** 25-06-2024
Citation	Dr. Irfan Saghir and Sara Javed, 2024.سیرت النبی ﷺ پر فلپ ہٹی اور بروکلمان کی بعض افتراء پردازیوں کا تنقیدی جائزہ. [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: https://iri.aiou.edu.pk [Accessed 25 June 2024].
Copyright Information	2024@ سیرت النبی ﷺ پر فلپ ہٹی اور بروکلمان کی بعض افتراء پردازیوں کا تنقیدی جائزہ. by Dr. Irfan Saghir & Sara Javed is licensed under Attribution-Share Alike 4.0 International
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla Religion Database (Atla RDB)	Scientific Indexing Services (SIS)

سیرت النبی ﷺ پر فلپ ہٹی اور بروکلمان کی بعض افتراء پردازیوں کا تنقیدی جائزہ

“Critical Review of Some Fabrications by Philip Hitti and Brockelmann on the Prophet's Seerah (PBUH)”

Abstract

In this article, the opinions and thoughts of two big names of Orientalist historians namely: Philip K. Hitti and Carl Brockelmann have been discussed which they have written in their two books namely: "History of the Islamic people"(Carl Brockelmann) and ", History of the Arabs"(Philip K. Hitti) have been described with reference to the biography of the Prophet. Basically, in these two books, the historical events from the period of Jahiliyyah in the Abbasid era of Islamic history have been discussed. Among which the biography of the Prophet, the era of the Caliphs and the Abbasid era are the most prominent. But in the article under review, only the accusations made in the Prophet's biography have been critically evaluated.

The reason for choosing these two books in particular is that they are more popular in Muslim circles, these books are common in general libraries, they are given importance as teaching in madrasahs and educational institutions. It is considered necessary to examine the fact that the pioneers of Oriental thought, who are considered among the most important historians, did not adopt the scientific and research method in describing Islamic history. What are the reasons? Because of which both of them have made a sinister attempt to discredit the Prophet's biography? If these books are not critically evaluated, it is quite possible that the Muslim Ummah will begin to understand that the contents of these books regarding Islamic history, especially the Prophet's biography, are absolutely correct.

Among the objections raised by both of them on the Prophet's biography, the main ones are the marriages of Hazrat Muhammad PBUH, the wrong interpretation of the Quranic verses, the doubts about the prophethood of Muhammad, the accusation that Islam is a copy of other religions, Such accusations are at the top.

While describing the accusations of both of them respectively, this method has been adopted that first the opinion of each Orientalist has been explained from his book and then in the light of Qur'an and Sunnah, historical facts and some other fair Orientalists. A critical review is presented to determine the scholarly value of these views.

After critically examining all the accusations and slanders, it has come to the conclusion that these two great names of Orientalists have acted fraudulently and fraudulently in describing Islamic history. No one has bothered to check what has been said in the exegetical traditions and books of Arabic literature to come up with a scholarly research and correct opinion. Both have given evidence of political enmity, bigotry and malice against Islam which can be estimated from the details described in the article.

Keywords: *Philip K. Hitti , Carl Brockelmann , History of the Arabs , History of the Islamic people , Orientalism , Islamic History , Prophet's biography.*

استشراقی تحریک کا طائرانہ جائزہ:

تحریک استشراق ایک ایسی تحریک ہے جس کی شروعات اس وقت ہوئی جب اسلام اندلس تک پہنچا اور وہاں کی موجود جہالت، تاریکی اور پسماندگی کو اپنی ضیاء سے منور کیا۔ جب اس علاقے کے لوگوں کی آنکھیں اسلام کی اس صورت کو پہچاننے لگیں جو دینِ اسلام کی حقیقی شکل میں نمائندگی کرتی ہیں تو اسلام نے اپنی اعلیٰ تعلیمات کی بنا پر دیگر تمام تہذیبوں کو یکسر ختم کر دیا، جس سے مغرب کو خدشہ ہوا کہ وہ اپنی تہذیب و ثقافت کو کھو دے گا جو اس کے وجود کے لیے خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے اس لیے مغرب نے اپنے ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے اسلام کے چشمہ سے سیراب ہونے کی شروعات کی۔

اسپین کی اسلامی یونیورسٹیوں نے بہت سے یورپی طلباء کو اپنے تعلیمی اداروں میں ہر قسم کی سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے شامل کرنا شروع کر دیا، اہل یورپ نے صرف اسلامی جامعات میں تعلیم کے حصول پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے علاقوں میں مشرقی تہذیب کا مطالعہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے جامعات، ادارے اور انسٹیٹیوٹ قائم کیے۔ یورپ کے مسیحی لوگ مسلمانوں کے مختلف علوم و معارف اور فنون سے سیراب ہونا شروع ہوئے، اس کے لیے انہوں نے عربی لغت حاصل کی تاکہ ایسی تہذیب اور سائنس سے استفادہ کر سکیں جو اسلامی مشرق میں نمودار ہوئی۔

اہل یورپ نے اس بات کا خوب اہتمام کیا کہ اہل علم کی ایک جماعت اندلس کی جانب روانہ کی جائے تا کہ علوم و فنون اور صنعت و کاریگری سیکھ سکھیں۔ پھر یہاں سے دوسرا مرحلہ شروع ہوا، جس میں استشراق کے اہداف متعین ہوئے۔ اس مرحلہ میں ان کی اصل توجہ مشرقی تہذیب و ثقافت سے علمی بنیاوں کو سامنے رکھتے ہوئے منظم طور پر استفادہ کرنا تھا۔ پھر یہ تحریک درس و تریس کی جانب بڑھنے لگی جس پر مشرقی تدریس کا اطلاق ہوا۔ یہاں سے یورپی حکومت کی جانب سے مخصوص مدارس کا قیام ہوا جو کے حقیقت میں استعماری اہداف کے تحقق کے لیے کیا گیا تھا۔

یہ بھی ذین نشین رہنا چاہیے کہ مستشرقین کا آغاز ویانا میں ہونے والی کانفرنس کے بعد ہوا، جس کا مطالبہ پوپ کی طرف سے سنہ 1311 عیسوی میں کیا گیا تھا، اور یہ اس وقت تھا جب مسلمانوں نے صلیبیوں کو ایک بار اور سن 1290 عیسوی میں ہمیشہ کے لیے لیونٹ سے نکال دیا تھا، جو ان کا آخری گڑھ تھا۔[1]

موضوع کی ضرورت واہمیت:

اس تحریک کا اصل مقصد اسلامی تعلیمات کو کھوکھلا کرنا، مسلم نوجوان کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، الحادی افکار کو تقویت دینا اور علم و تحقیق کا لبادہ اوڑھے اسلامی تاریخ، خاص کر آپ ﷺ کی شخصیت جو تمام دینی تعلیمات کا مرکز و محور ہے، کو مطعون کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کا اپنے نبی پر ایمان کمزور کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔

امام غزالی استشراقی تحریک کے مقاصد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

أولهما ان الاستشراق كهانة جديدة تلبس مسوح العلم والرهانية فى البحث وهى أبعد ما تكون عن بيئة العلم والتجرد ، وجمهرة المستشرقين مستاجرون لإهانة الاسلام وتشويه محاسنه والافتراء عليه والآخر هو ان جمعا غفيرا من المثقفين فى بلادنا بوّا هؤلاء القوم مكانة هم دونها بيقين ، ووقعوا فى شباكهم ففسدت عقائدهم ومثلهم فلا محيص من احاطة اللثام عن وجوههم وابرازهم على حقائقهم العارية۔[2]

پہلی وجہ یہ ہے کہ استشراق دراصل ایک جدید کہانت ہے جو علم کا لبادہ اوڑھے اور بحث و مباحثہ سے کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس فکر میں علمیت اور غیر جانب داری مفقود ہے۔ بیشتر مستشرقین کو باقاعدہ طور پر اسلام کی اہانت اور اور اس کے محاسن پر افتراء و بہتان باندھنے کے لیے خرید ا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ دانشوروں کی ایک بڑی تعداد نے ان لوگوں کو وہ مقام دیا ہے جس سے وہ یقیناً کمتر ہیں۔ پس وہ (دانشور) ان کے جال میں پھنس کر اپنے عقائد بھی خراب کر بیٹھے اور ان جیسے بن گے۔ لہذا اب اس فتنہ کا اصلی چہرہ اور ان کے عاری حقائق کو آشکار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

امام غزالی نے جو دو مقاصد بیان کیے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ استشراق کسی علمی تحقیق کا نام نہیں ہے بلکہ مکروہ لبادہ اوڑھے ایک غیر جانب دار فکر ہے ، آج کل کے بعض مفکرین ایسے ہیں جو ہر اس فکر سے متاثر ہو جاتے ہیں جو مغرب اور ان کے ہمنواؤں کی جانب سے پیش کی جاتی ہے ، پس وہ مستشرقین کو اپنے تئیں وہ مقام دینے لگتے ہیں جس مقام کے وہ کسی طرح سے بھی لائق و قابل نہیں ہیں۔

اس آرٹیکل میں مستشرقین کے تاریخ دانوں میں سے دو بڑے نام یعنی: فلپ ہٹی اور کارل بروکلمان کی ان آراء وافکار کو زیر بحث لایا گیا ہے جو انہوں اپنی دو کتابوں یعنی بروکلمان کی کتاب: ''History of the Islamic people'' اور فلپ ہٹی کی کتاب: ''History of the arabs'' میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ بنیادی طور پر ان دونوں کتابوں میں عرب کے زمانہ جاہلیت سے لے کر اسلامی تاریخ کے عباسی دور تک کے تاریخی واقعات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے ، جن میں سے سیرت النبی ﷺ ، خلفائے راشدین کا زمانہ اور عباسی دور سر فہرست ہے۔ لیکن زیر نظر آرٹیکل میں صرف سیرت النبی ﷺ پر کی جانے والی الزام تراشیوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

ان دونوں کتابوں کو خاص طور پر منتخب کرنے کی وجہ دراصل ان کا مسلم حلقوں میں زیادہ معروف ہونا ہے ، عام کتب خانوں میں یہی کتابیں متداول ہیں ، مدارس اور تعلیمی اداروں میں انہی کو بطور تدریس اہمیت دی گئی ہے۔ صاحب تحقیق نے اسی وجہ سے یہ ضروری سمجھا کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ استشراقی فکر کے ایسے علمبردار جن کا شمار اہم ترین تاریخ دانوں میں کیا جاتا ہے ، انہوں نے اسلامی تاریخ کو بیان کرنے میں علمی و تحقیقی منہج کیوں نہیں اپنایا؟ آخر ایسی کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ان دونوں نے سیرت النبی ﷺ پر قدغن لگانے کی

مذموم کوشش کی ہے؟ اگر ان کتابوں کا ناقدانہ جائزہ نہ لیا جائے تو عین ممکن ہے کہ علمی حلقوں میں ان کتابوں کی شہرت اور جامعات میں ان کا بطور تدریس شامل ہونا مسلم امہ کو کہیں اس دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ ان میں موجود مواد بالکل درست ہے اور اسلامی تاریخ خاص کر سیرت النبی ﷺ العیاذ باللہ انہی امور پر مشتمل ہے جو اس میں بیان ہوئے ہیں۔

فلپ ہٹی اور کارل بروکلمان کا تعارف:

فلپ ہٹی ڈاکٹر ہیں جو 1886ء میں پیدا ہوئے، اصل میں لبنان کے رہنے والے ہیں اور امریکہ کی قومیت حاصل ہے۔ بیروت میں واقع امریکی جامعہ سے 1908ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور کولمبیا یونیورسٹی سے 1915ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ بیروت میں واقع امریکی یونیورسٹی میں تاریخ کا استاد 1919ء میں منتخب ہوئے۔ اس کے بعد 1926ء میں پرنسٹن یونیورسٹی میں سامی ادب کا استاد تعینات ہوئے۔ پھر 1929ء میں پروفیسر بنے اور بالآخر 1944ء میں شعبہ مشرقی لغات وادب کے سربراہ مقرر ہوئے۔

جرمن مستشرق، جو جرمنی کے علاقے روسٹاک میں 1868ء میں پیدا ہوا۔ مستشرقین سے سامی زبانیں سیکھیں، جیسا کہ تھیوڈور ولڈیک، اور ان میں سبقت حاصل کی۔ عربی کا فہم، فصاحت وبلاغت کے ساتھ عربی تکلم اور درست عربی کتابت میں خوب شہرت حاصل کی۔ اس کے علاوہ اسلامی تاریخ، عربی ادب کی تاریخ میں خوب شہرت سمیٹی یہاں تک اس کو ان دونوں تاریخوں کے حوالے سے امام سمجھا جانے لگا۔ 1893ء سے 1903ء میں برسلاو، 1903 سے 1909ء میں کونسبرج، 1909ء سے 1920ء اور برلین میں 1920ء سے 1921ء تک ان تمام جامعات میں مذکورہ فنون کا استاد متعین ہوا۔ 1921ء سے 1937ء تک برسلاو میں واپس رہا اور 1932ء میں یہاں مدیر متعین ہوا۔ اس کے بعد مختلف جامعات میں مختلف ذمہ داریاں سنبھالتا رہا۔

ذیل میں ان دونوں کے الزامات کو بالترتیب بیان کرتے ہوئے یہ منہج اختیار کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے ہر مستشرق کی رائے کو اس کی کتاب سے نقل کیا جائے گا اور پھر قرآن وسنت، تاریخی حقائق اور بعض دیگر انصاف پسند مستشرقین کی روشنی میں تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا تاکہ ان آراء کی علمی وقعت معلوم کی جا سکے۔

سیرتِ نبوی ﷺ پر فلپ ہٹی کی الزام تراشیاں اور ان کی تردید:

فلپ ہٹی نے اپنی کتاب میں بے شمار جگہوں پر انتہائی چالاکی سے سیرت النبی ﷺ کو مطعون کرنے کی کوشش کی ہے جس میں سے چند ایک یہ ہیں کہ:

1۔ نبی کریم ﷺ کی شادیوں پر تنقید:

فلپ ہٹی اپنی کتاب (History of the arabs) میں لکھتا ہے کہ:

Some for love …… , he took about dozen wives[3]

ترجمہ: نبی (ﷺ) نے بارہ شادیاں کی ہیں، جن میں سے بعض محبت کی وجہ سے کی گئی تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فلپ کے اعتراض کا مقصد بنیادی طور پر ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش (سے شادی) کا واقعہ بیان کرنا ہے جس کو بعض مؤرخین اور مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم فلپ اور ان مؤرخین، دونوں کی تردید کریں گے جس کے لیے علم حدیث میں استعمال ہونے والا تحقیقی منہج اختیار کیا جائے گا، لہذا اس منہج سے وہ اعتراض پیش ہی نہیں آئے گا جو بعض مؤرخین یا مسلمان مفسرین کے بیان سے آتا ہے۔ پس اس جھوٹ کی تردید یوں ہے کہ:

عربوں نے قبل از اسلام معاشرے میں اپنے لیے کچھ خود ساختہ اصول بنائے ہوئے تھے جن کی تفصیل یہ ہے کہ:

اول: قریشی لوگ قریش کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کریں گے، خواہ قریش کے علاوہ کوئی بھی ہو۔

دوم: لے پالک بیٹے کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو کہ حقیقی بیٹے کو ہوتے ہیں۔

سوم: جب ایسا ہو جائے کہ کوئی قریشی کسی غیر قریشی سے شادی کر لے تو دیگر قریشیوں کا ہاں اس کا مقام کمتر ہو جاتا ہے اور کوئی عزت دار شخص اس کو اپنا مقرب نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے اس قسم کی عادات اور ایسی تمام رسومات کی تقالید کو اسلام کے اولین زمانہ میں ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔

پس اسلام نے حسب و نسب اور ذات پات کے تمام تفاخر اور بڑے پن کو ختم کرتے ہوئے اصل افضلیت اور فخر کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری کو قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ ١٣﴾[4]

تم میں سے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت اور لائق وقار ہے۔

اسی مضمون کو حدیث شریف میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

((أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى))[5]

"لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ"

اور جہاں تک متبنیٰ کا تعلق ہے تو قرآن نے متبنیٰ کو منہ بولے باپ سے جدا قرار دیا ہے جیسا کہ سورہ احزاب کی آیت میں ہے کہ:

﴿ٱدۡعُوهُمۡ لِأٓبَآئِهِمۡ هُوَ أَقۡسَطُ عِندَ ٱللَّهِۚ فَإِن لَّمۡ تَعۡلَمُوٓاْ ءَابَآءَهُمۡ فَإِخۡوَٰنُكُمۡ فِي ٱلدِّينِ وَمَوَٰلِيكُمۡۚ﴾[6]

ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ اللہ کے ہاں یہی انصاف کی بات ہے۔ اور اگر تمہیں ان کے باپوں (کے نام) کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔

اسی سورت میں ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں تاہم وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

ان دونوں آیات کو ملا کر اگر دیکھا جائے تو قبل از اسلام عرب معاشرے میں جو رسوم سرایت کی ہوئی تھیں اس کے خلاف واضح احکامات دیئے جا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں متبنیٰ حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں ہے بلکہ اس کو اسی شخص کی جانب منسوب کرو جو اس کا حقیقی باپ ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ پر بھی جو شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے شادی کر لی ہے تو یہ اعتراض بھی بے بنیاد ہے کیونکہ زید آپ ﷺ کا حقیقی بیٹا نہیں ہے۔

اور جہاں تک تیسرے اصول یعنی عورت کی بات ہے کہ اگر کوئی عورت کسی غیر قریشی سے شادی کر کے اپنا مقام ومرتبہ کم کر لیتی ہے تو اسلام نے اس کی عزت وشرف کو واپس دلایا ہے۔ اور آپ ﷺ پر لازم تھا کہ آپ ﷺ اس سب (اسلامی تہذیب اور معاشرت) کے لیے خود کھڑے ہوں تاکہ زمانہ جاہلیت کی رسومات کا قلع قمع کرتے ہوئے حقیقی اخلاقی اصولوں پر معاشرہ استوار ہو سکے۔

جس کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ پہلے غیر قریشی (زید بن حارثہ) کا قریشی (زینب بنت جحش) کے لیے پیغام نکاح گیا، جو کے آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کی چوٹی کے لوگوں میں سے تھیں، تاکہ وہ آپ ﷺ کے غلام کے نکاح میں جائیں، اور اس کے ماتحت ہوں جو کے آپ ﷺ کے متبنیٰ تھے۔ یہ سب کچھ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اختلافات کو اصولوں کے ساتھ ختم کر دیا جائے، اور تفاخر وتفاضل کو دیگر ایسے معیارات کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے خود نئے مقرر کیے ہیں کہ ﴿إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ ١٣﴾ جب چوٹی کے قریشی کا خِطبہ غیر قریشی بلکہ ایک غلام کے لیے گیا، تو حضرت زینب اور ان کے بھائی کے دل میں گھمنڈ اور غرور پیدا ہو گیا، جو جھگڑا اور جدال کا باعث بنا، اسی کو ختم کرنے کے لیے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٖ وَلَا مُؤۡمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمۡرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُ مِنۡ أَمۡرِهِمۡۗ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلٗا مُّبِينٗا ٣٦﴾[7]

کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دے تو ان کے لیے اپنے معاملہ میں کچھ اختیار باقی رہ جائے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً صریح گمراہی میں جا پڑا۔

پس زینب نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اپنا جسم زید کے حوالہ کر دیا لیکن دل پھر بھی اس پر راضی نہیں تھا، تجربے کی سختی اور تطبیق کی ندرت نے نفرت کا جنم دیا، پس یہ کبھی بھی ممکن نہیں تھا کہ ان

دونوں کے مابین کسی قسم کی کوئی برابری یا کفو قائم ہو جاتا۔ زید زینب کے ساتھ ان قیمتی عوامل کے باوجود اپنی ازدواجی زندگی میں ان اذیتوں کا شکار تھے جو ان کے لیے انتہائی دکھ کا باعث تھے۔

زینب کے نسب کا عالی ہونا زید کے احترام اور شرف میں مخل تھا، لیکن اللہ کے فیصلہ نے ہو کر رہنا تھا، پس زینب اور زید کے خاندانی معاملات میں خرابیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں جو کے جدائی پر منتج ہوئیں۔ یہاں سے ایک دوسرا امر شروع ہوتا ہے کہ جس کو معاشرے میں پیوست کرنا ضروری تھا، لیکن اس سب (تقدیری معاملات) کا آپ ﷺ کو ادراک نہیں تھا، اگرچہ آپ ﷺ یہ جانتے تھے کہ زید عنقریب طلاق دے دے گا اور میں اس جاہلیت کی رسم یعنی متبنیٰ کی بیوی سے شادی کرنا، کو ختم کرنے کے لیے زینب سے شادی کروں گا۔[8]

لیکن کب ایسا ہو گا؟ اس کا علم آپ ﷺ کو نہیں تھا، اسی لیے جب کبھی زید آپ ﷺ کے پاس زینب کی شکایت کے لیے آتے تو آپ ﷺ ان کو یہی نصیحت فرماتے جو سورہ احزاب کی آیت 36 میں بیان ہوا ہے کہ ﴿أَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَٱتَّقِ ٱللَّهَ﴾[9] کیونکہ وہ قریش کی جانب سے ہونے والے رد عمل، کہ وہ اعتدال سے نکل جائیں گے، ڈرتے تھے، پس بطور عتاب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَإِذۡ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَأَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ أَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَٱتَّقِ ٱللَّهَ وَتُخۡفِي فِي نَفۡسِكَ مَا ٱللَّهُ مُبۡدِيهِ وَتَخۡشَى ٱلنَّاسَ وَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخۡشَىٰهُۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيۡدٞ مِّنۡهَا وَطَرٗا زَوَّجۡنَٰكَهَا لِكَيۡ لَا يَكُونَ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ حَرَجٞ فِيٓ أَزۡوَٰجِ أَدۡعِيَآئِهِمۡ إِذَا قَضَوۡاْ مِنۡهُنَّ وَطَرٗاۚ وَكَانَ أَمۡرُ ٱللَّهِ مَفۡعُولٗا ٣٧﴾[10]

اور جب آپ اس شخص کو، جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا اور آپ نے بھی، یہ کہہ رہے تھے کہ: "اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور اللہ سے ڈرو" تو اس وقت آپ ایسی بات اپنے دل میں چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے آپ سے اس (عورت) کا نکاح کر دیا، تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔

دراصل اس سے مقصود ایک ہی وقت میں زمانہ جاہلیت کی دو عادتوں کی بیخ کنی کرنی تھی:

1. حقیقی بیٹے اور متبنیٰ کے مابین کوئی مناسبت نہیں ہے، اس مقصد کے لیے عملی طور پر اقدام کیا گیا، جیسا کہ سورہ احزاب کی دو آیات (آیت نمبر 4،40) میں اس کو بیان کیا گیا ہے، اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کس بیٹے کی مطلقہ سے نکاح حرام ہے تو اس کا ذکر سورہ نساء کی آیت نمبر 23 میں کیا گیا ہے کہ: ﴿وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ﴾ ترجمہ: (اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں بھی (تم پر حرام ہیں) جو تمہاری صلب سے ہوں۔) یعنی صرف صلبی اور حقیقی بیٹوں کی بیویاں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔

2. ایک قریشی عورت کے غیر قریشی مرد سے نکاح کر لینے سے متعلق معاشرے کی سوچ کو بدلنا، پس اس سے بڑھ کر اور کون سی مثال ہو گی کہ جس کی اقتداء کی جائے کہ آپ ﷺ نے خود ایک ایسی قریشی عورت سے نکاح کیا جس نے پہلے غیر قریشی بلکہ غلام سے شادی کی تھی۔

حضرت زینب کے نکاح کا یہ مکمل پس منظر تھا جس کو ڈاکٹر ابراہیم شعوط نے بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔[11]

بعض فتنہ پرور لوگوں نے اس موضوع کے حوالے سے ایک قصہ گھڑا ہے کہ آپ ﷺ ایک دفعہ زید کو ملنے کے لیے اس کے گھر کے باہر کھڑے تھے لیکن اس کو نہیں پایا، اتنے میں ہوا نے ان کے گھر کا پردہ اٹھایا تو آپ ﷺ نے زینب کو دیکھ لیا جو آپ ﷺ کو خوبصورت لگیں اور ان کی محبت آپ ﷺ کے دل میں بیٹھ گئی، جب وہاں سے لوٹے تو ((سبحان مقلب القلوب)) کے کلمات کہہ رہے تھے۔ ان کلمات کو زینب نے سن لیا اور زید کو اس قصہ کے بارے میں بتادیا اور وہ ساری حقیقت جان گے۔

اس قصہ میں ملمع سازی اور حد سے زیادہ من گھڑت باتیں شامل کی گئی ہیں، حالانکہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور تفسیری لٹریچر سے یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت زید جب بھی آپ ﷺ کے پاس شکایت لے کر آتے تھے تو آپ ﷺ ان کو یہی تلقین کرتے تھے﴿ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَٱتَّقِ ٱللَّهَ﴾[12] لیکن اندازے لگانے والے اس تلقین پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اپنے مطلب کے جملہ جو ان کی سوچ کے لیے دلیل ہو، کو موضوع بحث بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا ٱللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى ٱلنَّاسَ﴾ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ العیاذ باللہ آپ ﷺ کا مقصد اس رومانوی محبت کو چھپانا تھا جو ان کے دل میں رچ بس گئی تھی۔

افسوس تو یہ ہے کہ بعض مفسرین نے بھی یہی تفسیر کی ہے اور پھر بعض مؤرخین بھی انہی کے پیچھے چلیں ہیں۔[13] ذیل میں اس جھوٹ اور بہتان کی عقلی و منطقی دلائل کی رو سے تردید کی جاتی ہے:

1. کیا حضرت زینب بنت جحش آپ ﷺ کی پھوپھی زاد نہ تھیں؟ کیا آپ ﷺ نے ان کو شادی سے پہلے نہیں دیکھا تھا؟ خاص کر اس صورت میں کہ جب پردہ کے احکام شادی سے پہلے نازل ہی نہیں ہوئے تھے لہذا ان کو دیکھنا مباح تھا، اگر مان بھی لیا جائے کہ ان کی جانب رغبت تھی تو اس کے اعلان کو کیوں مؤخر کیا گیا؟ اور آپ ﷺ کی محبت ان کے لیے مخفی کیوں کر تھی؟ کیا اس وقت ان کے ساتھ نکاح کرنا ممکن نہیں تھا؟

2. جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا ٱللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى ٱلنَّاسَ﴾ کی تفسیر کا تعلق ہے تو آیت کا سیاق و سباق خود اس بناوٹی تفسیر کے احتمال کو باطل کر رہا ہے، بایں صورت کہ اس آیت میں کہیں بھی حب اور محبت کے صیغہ استعمال نہیں کیے گئے ہیں بلکہ زواج کے صیغوں کا استعمال ہوا ہے جو خود اس قسم کی بہتان تراشیوں کے بطلان لیے کافی ہے۔[14]

یہاں یہ بات بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ علامہ طبری نے جب اس موضوع کو اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے تو ایسی کوئی بات جو آپ ﷺ اور حضرت زینب کی محبت سے متعلق ہو اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن اسی واقعہ کو جب اپنی تاریخ (تاریخ الامم والملوک) میں نقل کرتے ہیں تو وہ بھی وھب بن منبہ سے اس واقعہ کو بیان کرنے میں دیگر لوگوں کی طرح بھٹک جاتے ہیں، اور اسی پر اعتماد کر لیتے ہیں جو اس راوی نے کہا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو اسلام دشمن لوگوں نے مسلمانوں کی کتابوں میں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے شامل کیا ہے۔

3. ابن الخطیب اس موضوع کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھرپور جوانی میں ایک ایسی عورت کی دعوت اور فتنہ کا سامنا کرنا پڑا جو خود خوبصورت تھی، آپ کی مالکہ اور سردار تھی، لیکن آپ علیہ السلام نے اس وقت بھاگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے کہ کہیں وہ اس گناہ میں مبتلانہ ہو جائیں، حالانکہ وہ اس وقت نبی یا رسول کچھ بھی نہیں تھے۔

اور پھر محمد بن عبد اللہ آئے جو کے تمام رسولوں کے امام اور مخلوقات کے سردار ہیں، پس انہیں ایک ایسی عورت کے ذریعے آزمایا گیا جو آپ ﷺ کے بیٹے کے مرتبے والے شخص کے نکاح میں تھیں، تو کیا وہ اس موقع پر اللہ کی پناہ میں نہیں آئیں گے کہ اس سے محفوظ رہ سکیں؟ اور ایک ایسے کام سے بھاگیں گے نہیں کہ جو کام بشریت کے مقام سے بھی گرا سکتا ہے؟ تو کیا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شان کو بھی نہیں پہنچ سکتے؟[15]

سورہ احزاب کی آیت نمبر 37 کی صحیح تفسیر:

اب سوال یہ ہے کہ اگر سورہ احزاب کی اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے تو صحیح تفسیر کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ (تخفی فی نفسک) کے بعد (زواجک منھا) محذوف ہے کہ آپ ﷺ حضرت زینب سے اپنے نکاح کو چھپا رہے تھے، اس تفسیر کی تائید علی بن زین العابدین کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ (زوجناکھا)

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو اپنے نبی کو عتاب اور سختی کی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو بتا دیا گیا تھا کہ عنقریب زینب آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں گی تو پھر حضرت زید کو ((امسک علیک زوجک)) کہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔[16]

پس حضرت زینب کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح ہونے کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اس رشتہ سے اصل مقصد ایمان والوں کے لیے متبنیٰ سے متعلق حرج اور تکلیف کو دور کرنا تھا، بایں صورت کہ اگر کوئی متبنیٰ اپنے بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کی بیوی سے کوئی بھی مسلمان چاہے اس کا نسبتی باپ ہی کیوں نہ ہو نکاح کر سکتا ہے۔ اسی طرح قریشی کا غیر قریشی سے نکاح ہو سکتا ہے۔

4. اگر اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے کہ آپ ﷺ کو حضرت زینب سے محبت تھی تو آپ ﷺ اپنے اصحاب کے لیے قدوہ و نمونہ کی اعلیٰ مثال کیسے بن سکیں گے؟ صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، آپ ﷺ سے رہنمائی لیتے تھے، آپ ﷺ کے اعمال و کردار پر بھروسہ کرتے تھے، کیا یہ قرین قیاس نہیں تھا کہ جب انہوں نے ایسا ہوتا دیکھا تو وہ آپ ﷺ کو چھوڑ دیتے؟ یا ان کی نظر میں آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ کم ہو جاتا؟ حالانکہ مذکورہ تمام امور میں سے کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ زید بن حارثہ نے خود ایسا کچھ نہیں کیا، بلکہ وہ تو آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی تھے، وہ اسی اخلاص پر قائم رہے بلکہ نکاح کے بعد تو اس اخلاص سے بڑھ کر آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔

فلپ ہٹی نے خود اس بات کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ :

"No one regarded by any section of the human race as perfect man has been imitated so minutely."[17]

اور ایسا کہیں اور نہیں دیکھا گیا کہ ایک شخص جو کامل بشری صفات کے ساتھ ایک انسان ہو، اور اس کی اس طرح تقلید کی گئی ہو جس طرح کہ محمد (ﷺ) کی اس جہاں میں کی گئی ہے۔

5. یہاں یہ بات بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ مسلمان مفسرین سے متعلق یہ بدگمانی کی جائے کہ انہوں نے جان بوجھ کر اس قسم کی تفسیر کی ہو، عین ممکن ہے کہ کسی فتنہ پرور اور سازشی نے ان کی کتابوں میں اس قسم کی جھوٹی روایتیں داخل کر دی ہوں، جیسا کہ زمخشری پر یہ تہمت لگائی گئی ہے، لیکن یہ تسلیم کرنا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس درجہ کے مسلمان مفسر نے جان بوجھ کر اس طرح کی تفسیر کی ہو جو نبی کے شایانِ شان نہ ہو۔

2۔فلپ ہٹی کا معجزات سے متعلق موقف اور اس کی تردید:

ہٹی نے سیرت النبی ﷺ پر جہاں اور بہت سے اعتراضات کیے ہیں وہاں ایک اعتراض معجزات نبوی ﷺ بھی ہیں۔ ہٹی بیان کرتا ہے کہ :

"In the quranic system of theology muhammad is but a human being whose only miracle is the ijaz of the quran." [18]

اور قرآنی علم الٰہیات (یعنی علوم القرآن میں) محمد (ﷺ) محض ایک بشر ہیں، محض قرآن کا اعجاز ہی ان کا واحد معجزہ ہے۔

یہ بات حقیقت کے خلاف کہی گئی ہے کیونکہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایسے بے شمار معجزات جاری کیے ہیں جن کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہٹی کو فقہائے احناف ؒ کی اس عبارت کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے جو انہوں نے کہی ہے کہ :"انه لم يبق بعد وفاته ﷺ من معجزاته غير القرآن" (آپ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کے علاوہ اور کوئی معجزہ باقی نہیں رہا) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے اُن دیگر تمام معجزات کا انکار کر دیا ہے جو آپ ﷺ کے ہاتھ سے ان کی زندگی میں جاری ہوئے ہیں۔

اصل میں معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ :"هى الأمر الخارق للعادةمقرونا بالتحدى سالما عن المعارضة وهى اما حسية او عقلية"[19] ایک عام عادت سے ہٹ کر، تحدی اور چیلنج سے ملا ہوا، مقابلہ سے محفوظ فعل ہے، جو کہ حسی یا عقلی دونوں ہو سکتا ہے۔

اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایسی قسم جس کی مثال انسان کے پاس ہو، جیسا کہ عربوں کے سامنے عربی زبان میں قرآن کا نزول، لیکن تحدی اور چیلنج کے وقت وہ اس سے عاجز آ گئے، اور ان کا عاجز آ جانا دراصل اللہ کے نبی کی صداقت کی دلیل ہے، جب آپ ﷺ نے اپنی قوم سے قرآن جیسی آیات لانے کا مطالبہ کیا تو وہ باوجود اس

کے کہ فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار کے حامل تھے لیکن اس جیسی ایک چھوٹی سورت بھی لانے سے قاصر رہے حالانکہ قرآن ان کی ہی زبان پر نازل ہوا۔اور اس کا اعتراف خود ہٹی نے اسی صفحہ پر کیا ہے۔

اور جہاں تک (معجزہ) کی دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ عام طور پر بشر کی طاقت سے باہر ہوتی ہے،اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے معجزات اپنے نبی ﷺ کے ہاتھ پر جاری کیے ہیں جیسا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر دینا۔اور اس کا تذکرہ خود قرآن میں ہوا ہے جس کا ہٹی نے بھی بطور معجزہ ہونے کے اعتراف کیا ہے۔لہذا یہ آیت اس کے خلاف حجت اور دلیل بن سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ٱقۡتَرَبَتِ ٱلسَّاعَةُ وَٱنشَقَّ ٱلۡقَمَرُ ١﴾[20] (قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔)چاند کا ٹکڑے ہونا ایک ایسا معجزہ ہے جو آپ ﷺ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا ہے اور اس کی تائید قرآن وسنت دونوں نے کی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ:

((انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فرقتين، فرقة فوق الجبل، وفرقة دونه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" اشهدوا))[21]

"آپ ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا ہے، پس ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک نیچے، پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (گواہ رہو)"اسی طرح حضرت انس کی روایت ہے کہ: ((ان اهل مكة سالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يريهم آية فاراهم انشقاق القمر))[22]"اہل مکہ نے آپ ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی تو ان کو شق قمر دیکھایا گیا۔"

اسی طرح اور بھی بے شمار معجزات ہیں جیسا کہ اسراء کا واقعہ،[23] آپ ﷺ کی انگشت مبارک سے پانی کا جاری ہونا،[24] وغیرہ، جو مختلف احادیث کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں،اسی طرح آپ ﷺ کی جانب سے کچھ ایسی پین گوئیاں ہیں وہ من وعن اسی طرح معرض وجود میں آئیں جیسا کہ آپ ﷺ نے خبر دی تھی،جیسا کہ غزوہ موتہ سے پہلے آپ ﷺ کا یہ ہدایت دینا کہ (اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں۔)[25] جنگ کے موقع پر بالکل ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ ﷺ نے بتلایا تھا۔اس کے علاوہ ہجرت مدینہ کے موقع پر سراقہ بن مالک جعشم المدلجی نے جب آپ ﷺ کا تعاقب کیا اور بہت دفعہ کوشش کے باوجود ناکام ہوتا رہا تو آپ ﷺ نے اس کو یہ پیشن گوئی کہ: کہ اے سراقہ تب تیرا کیا حال ہو جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے؟[26] کسریٰ ابن ھرمز نے کہا ہے کہ سراقہ کے لیے آپ ﷺ کی یہ خبر حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں پوری ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ بھی معجزات ہیں جن میں سے بعض کا تو کچھ مستشرقین نے بھی اعتراف کیا ہے، جیسا کہ (امیل در منجم) نے غار کے معجزہ کا اعتراف کیا ہے اور کہا ہے کہ ((یہ تین امور ایسے اکیلے معجزات ہیں جس کا اسلامی تاریخ میں ذکر ہوا ہے: مکڑی کا جالا بننا، کبوتر کا گھونسلہ بنانا اور درخت کا اگنا۔اور یہ تین ایسے عجائب ہیں جن کا ہر روز اللہ تعالیٰ کی زمین میں نظارہ کیا جا سکتا ہے۔))[27]

غرض یہ کہ ہٹی کی جانب سے آپ ﷺ کے دیگر معجزات کا انکار کرنا ایک بے بنیاد اور حقیقت کے خلاف دعویٰ ہے۔جس کا قرآن وحدیث سے تو انکار ہوتا ہی ہے، خود اس کے اپنے طبقہ کے لوگوں نے بھی غلط ثابت

کیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ پر کارل بروکلمان کی الزام تراشیاں اور ان کی تردید:

کارل بروکلمان نے بھی فلپ ہٹی کی طرح سیرت النبی ﷺ پر بے بنیاد الزامات اور جھوٹے دعوے کیے ہیں جن میں سے بعض کا ذیل میں تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے:

1۔ بروکلمان آپ ﷺ کے ایمان کو موضوع بحث بناتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

> "The belief in Allah filled him more and more and made him perceive the emptiness of the other gods. But in the first few years of his activity as a preacher he also must have acknowledged the three goddesses of the ka'bah, whom his countrymen regarded as the daughters of Allah. In one of his revelations, he called them superior beings (Gharaniq)."[28]

> ((اللہ تعالیٰ سے متعلق اس کا عقیدہ تدریجا بڑھتا چلا گیا، بالآخر اس نے یہ سمجھ لیا کہ دوسرے (باطل) الٰہوں کا کوئی وجود نہیں ہے، لیکن اپنی دعوت کے ابتدائی سالوں میں اس نے کعبہ کی دیوتاؤں کو جان لیا ہو گا جس کو اس کے علاقے والے خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ ان (بیٹیوں) کا اس نے اپنی تجلیات میں سے ایک میں عالی مرتبت ہونے کا ذکر کیا ہے کہ ان کے ذریعے شفاعت کی امید رکھی جاتی ہے۔))

بروکلمان کی یہ رائے دیگر زندیقوں کی طرح ایک واضح جھوٹ پر مبنی ہے، جس کو ایسے مستشرقین نے آگے پھیلایا ہے جن کی کوشش ہی یہ ہے کہ اسلام کو ایک ایسے اہم امر (قرآن) میں مطعون کیا جائے جس پر اس سارے دین کی بنیاد ہے اور اس حوالے سے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے جائیں تا کہ ان کے ایمان کو کمزور کیا جا سکے جیسا کہ درایکوت نے کیا۔[29]

تاہم بطور مسلمان ہمارے لیے اس واقعہ کا تنقیدی جائزہ لینا اہم ہے۔ دراصل اس واقعہ کو سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 کے ذیل میں بعض مفسرین نے نقل کیا ہے، اور بعض سیرت و تاریخ نگاروں نے حبشہ کی جانب کی جانے والی مہاجرین کی پہلی ہجرت کی واپسی کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ الحج میں ہے کہ:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٖ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلۡقَى ٱلشَّيۡطَٰنُ فِيٓ أُمۡنِيَّتِهِۦ﴾[30]

"ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی بھیجا تو جب بھی وہ کوئی آرزو [۸۱] کرتا تو شیطان اس کی آرزو میں وسوسہ کی آمیزش کر دیتا۔"

اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ سے ان کی قوم نے منہ موڑ لیا، آپ ﷺ سے بغاوت کی، آپ ﷺ کا اپنا قبیلہ مخالفت پر اتر آیا، آپ ﷺ کی دعوت کے منکر ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کی جانب سے روگردانی پر غصہ کرتے ہوئے اور ان کے لیے اسلام قبول کرنے کی بے تابی اور دلی تمنا رکھتے ہوئے یہ

خواہش کی کہ ایسی کوئی آیت نازل نہ ہو جو ان کو بیگانہ کر دے، شاید اس طرح ان کے دلوں کو جیت کر ہٹ دھرمی اور بغاوت سے موڑا جاسکے۔ پس وہ مسلسل یہ خواہش کرتے رہے یہاں تک سورہ نجم نازل ہوئی، آپ ﷺ نے دل میں یہ خواہش لیے اپنی قوم کو بلایا، پس وہ (سورہ نجم) کو پڑھنا شروع ہوئے، جب اس(ومناة الثالثة الاخریٰ) (القی الشیطان فی امنیته) تک پہنچے، یعنی شیطان نے اس کی خواہش میں اس کا ساتھ دیا، تو سبقت لسانی کے طور پر بنا بر سہو و غلطی کے ان کی زبان سے یہ الفاظ (تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجی) یہ شہباز (بت) بڑے بلند پرواز اور معظم و محترم ہیں اور ان کی سفارش قبول ہونے کی امید کی جاتی ہے۔) جاری ہوئے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے تاکہ آپ کے ساتھ سورہ نجم دہرائیں، جب ان دو کلموں (تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجی) پر پہنچے تو حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ سے کہا کہ یہ دو کلمے کہاں سے آئے ہیں؟ تب جا کر آپ ﷺ کو اس بات کا ادراک ہوا کہ ان سے غلطی ہوئی ہے، لہذا آپ ﷺ بہت رنجیدہ اور سخت غمگیں ہو گے۔

یہ ایک من گھڑت تفسیر ہے، جس کے قائلین سورہ حج کی آیت نمبر 52 میں موجود کلمہ (تمنٰی) کی تفسیر (قرأ) سے کرتے ہیں۔ حالانکہ فصیح عربی لغت میں اس طرح کا معنٰی کہیں موجود نہیں ہے۔ پھر ان لوگوں نے اپنے اس دعوے کے لیے ایک شعر بھی ذکر کیا ہے جس سے مقصود اپنی غرض کو مزید تقویت دینا ہے کہ:

تمنی کتاب الله اول لیلة	تمنی داؤد الزبور علی رسل
اللہ کی کتاب کو رات کے پہلے پہر میں پڑھا	داؤد نے رسولوں پر زبور کو پڑھا

موجودہ تفسیر کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ اس شعر میں تمنی قراء کے معنی میں ہے۔اس کے علاوہ سورہ اسراء کی درج ذیل آیات کو بھی اسی من گھڑت تفسیر کے معنٰی میں لیا گیا ہے:

﴿وَإِن كَادُواْ لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ ٱلَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُۥۖ وَإِذٗا لَّٱتَّخَذُوكَ خَلِيلٗا ٧٣ وَلَوْلَآ أَن ثَبَّتْنَٰكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْـٔٗا قَلِيلًا ٧٤ إِذٗا لَّأَذَقْنَٰكَ ضِعْفَ ٱلْحَيَوٰةِ وَضِعْفَ ٱلْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرٗا ٧٥﴾[31]

''ہم نے آپ کی طرف جو وحی کی ہے قریب تھا کہ یہ کافر آپ کو اس سے بہکا دیتے تاکہ آپ نازل شدہ وحی کے علاوہ کچھ ہم پر افترا کریں اور اس صورت میں وہ تمہیں اپنا دوست بھی بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا بہت جھک جاتے۔اس صورت میں ہم آپ کو زندگی میں بھی دگنی سزا دیتے اور مرنے کے بعد بھی۔ پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔''

اس تفسیر کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ یہ وہی وسوسہ تھا جس کی آپ ﷺ نے خواہش کی تھی جو سورہ نجم کی آخری آیت میں سجدہ کے ذریعے پوری ہوئی، چنانچہ مسلمانوں اور مشرکوں میں سے جن جن کو بلایا گیا تھا ہر ایک نے سجدہ کیا جس سے لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ رسول اور اس کی مشرک قوم کے مابین صلح ہو گئی ہے، اور یہی (صلح) مہاجرین کی حبشہ سے واپسی کی وجہ بنی، جو کہ ان کے دعوے کی صحت کی دلیل ہے۔

بروکلمان کو چاہیے تھا کہ اس قسم کی روایات سے اپنے موقف کو ثابت کرنے سے پہلے کم از کم ایک علمی اور تحقیقی منہج استعمال کرلیتا، لیکن تعصب اور بغض کی وجہ سے اس نے ایسا نہیں کیا۔

بروکلمان کے دعوے اور من گھڑت تفاسیر کا بطلان:

اس تفسیر کے باطل اور غلط ہونے کے درج ذیل دلائل ہیں:

1 سب سے پہلے سورہ نجم کا سیاق اس تفسیر کے بطلان کی دلیل ہے کہ سورہ نجم کا تمام سیاق ایک ہی نہج پر قائم ہے، اس میں بتوں اور پتھروں کی بغیر کسی انقطاع کے مذمت بیان کی جارہی ہے، بایں صورت کہ اس میں مذکور ہے: ﴿أَفَرَءَيۡتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلۡعُزَّىٰ١٩ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلۡأُخۡرَىٰٓ ٢٠ أَلَكُمُ ٱلذَّكَرُ وَلَهُ ٱلۡأُنثَىٰ٢١ تِلۡكَ إِذٗا قِسۡمَةٞ ضِيزَىٰٓ٢٢ إِنۡ هِيَ إِلَّآ أَسۡمَآءٞ سَمَّيۡتُمُوهَآ أَنتُمۡ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلۡطَٰنٍۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى ٱلۡأَنفُسُۖ وَلَقَدۡ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلۡهُدَىٰٓ٢٣﴾

"کیا بھلا تم نے لات و عزیٰ (دیویوں) پر بھی غور کیا؟ اور ایک تیسری منات پر بھی؟ کیا تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی بھونڈی تقسیم ہے یہ تو بس ایسے نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ یہ لوگ محض ظن کی پیروی کررہے ہیں یا پھر اس چیز کی جوان کے دل چاہتے ہوں۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے۔"

مذکورہ آیات کا موضوع معبودِ باطلہ کی تحقیر بیان کرنا ہے، لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن ایک طرف تو ان کی بزرگی کا تذکرہ کرے اور پھر ان کی تحقیر اور تمسخر شروع کردے؟ اس کے علاوہ مذکورہ آیات میں جملوں کے مابین تقطیع اور فاصلوں کے قیام میں مناسبت قرآن کی اعلیٰ بلاغت کو بیان کررہی ہے، اسی طرح تمسخر پر مبنی انکار، مذکر و مؤنث کے مابین تقابل کرنا اور اس تقسیم کو کلمہ (ضیزیٰ) کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے ایک غیر منصفانہ تقسیم قرار دینا، کیا بلاغت پر مبنی اتنا اعلیٰ اسلوب جو آیاتِ قرآنیہ کو معجز بناتا ہے، اس بات کا متقاضی ہے کہ اس طرح کا سطحی اور جھوٹ پر مبنی دعوی قرآن کے حوالے سے کیا جائے؟ کہ اس قسم (تلک الغرانیق العلیٰ الخ) کے بے تکے اور شرکیہ کلمات قرآن کا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ اہل قریش سے یہ کیسے ممکن ہے کہ سورہ نجم کی مذکورہ آیات کو سننے کے بعد بھی، کہ جس میں ان کے معبودؤں کی تحقیر بیان کی جارہی ہے، انہوں نے یہ تسلیم کرلیا ہو کہ محض یہ جملہ (تلک الغرانیق العلیٰ الخ) آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ ریز ہونے کا باعث ہے؟

مذکورہ موضوع پر مبنی آیات کی درست تفسیر:

صاحب تفسیر بحر المحیط سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

جس طرح آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی قوم کی ہدایت کے لیے خواہشمند تھے، اسی طرح مشرکین قوم میں کچھ شیاطین بھی تھے جیسا کہ نضر بن حارث، یہ اپنی قوم کو ملتا، اور جو اسلام کی جانب آنا چاہتا اس کے دل میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرتا، مذکورہ آیت سے پہلے ﴿وَٱلَّذِينَ سَعَوۡاْ فِيٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَحِيمِ٥١﴾[32] اسی سے متعلق نازل ہوئی ہے۔

لہذا یہاں شیطان سے مراد انسانی شیطان ہے اور امنیتہ کی ضمیر سے مراد شیطان ہے یعنی اس کی اپنی خواہش۔اور القیٰ کا مفعول محذوف ہے جس کو کلام کو مفہوم بیان کر رہا ہے یعنی شر اور کفر۔اور فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان کا معنی یہ ہے کہ اس شبہ کو تدریجا ختم کر دیا جائے گا یہاں تک کے انسان اس سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر کی دوسری آیت میں بیان کیا ہے۔

2 اس تفسیر کے بطلان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ: یہ بات انتہائی مستبعد بلکہ محال ہے کہ آپ ﷺ کی جانب سے وحی الہی کو بطور تلاوت یا بطور فہم تبدیل کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ سورہ الحاقۃ[33] میں یہ واضح طور پر ذکر ہوا ہے کہ اگر رسول اللہ تعالیٰ کی وحی میں اپنی طرف سے کوئی آمیزش کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی رگ کو کاٹ دیتے۔

سورہ نجم[34] کی ابتداء اور سورہ یونس کی آیت نمبر 14 میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں وہ وحی الہی ہوتا ہے، لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے وحی میں کوئی تبدیلی کر دی ہو، چہ جائیکہ وہ وحی شیطان کی جانب سے ہو جس کو ایمان والوں پر بھی کوئی طاقت نہیں۔؟

3 زمانے کے اعتبار سے بھی اس قصہ میں کوئی ربط اور رشتہ قائم نہیں ہے اس لیے کہ سورہ نجم اور جس قصہ کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ سارا مکی دور کے ارد گرد گھوم رہا ہے اور سورۃ الحج بالاجماع مدنی ہے، پس اگر سورہ الحج جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کے طور پر نازل ہوئی تھی، تو یہ تسلی حادثہ کے برسوں بعد کیسے ہو سکتی ہے؟ مکہ میں ہی یہ تسلی کیونکر نہ نازل ہوئی؟

4 اور جہاں تک مؤرخین کے اس قول کا ذکر ہے کہ حبشہ سے مہاجرین کی واپسی دراصل اسی صلح کا نتیجہ تھی، تو اس سے متعلق تحقیق یہ ہے کہ: حبشہ سے مہاجرین کی واپسی کا اصل سبب یہ مشکوک صلح نہیں تھی۔ دراصل یہ واپسی دو میں سے کسی ایک وجہ سے ہوئی تھی: یا تو حضرت عمر کا ایمان لانا ان کو معلوم ہو گیا تھا اور ان کو یقین تھا کہ وہ کفار کے لیے ایسے ہی سخت ہوں گے جس طرح وہ حالت کفر میں ایمان والوں کے لیے سخت تھے، اس لیے یہ چیز ان کے لیے سند اور تسلی کا باعث بنی کہ وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ عبادت کر سکیں گے۔ اور یا یہ اس وقت حبشہ میں نجاشی کے خلاف برپا ہونے والے انقلاب کی وجہ سے تھا۔

ایک الزامی دلیل یہ ہے کہ کوئی ایک مہاجر بھی ایسا نہیں تھا جو مکہ میں چھپ کر داخل نہ ہوا ہو، بلکہ وہ تو حبشہ کی جانب دوبارہ ہجرت کر گے تھے اور ان کے ساتھ بہت سے اور مسلمان بھی شامل ہو گے تھے جو قریش کے عذاب سے چھٹکارا پانا چاہتے تھے۔ لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ قصہ غرانیق اور حبشہ سے مسلمانوں کی واپسی کے مابین کوئی تعلق ہو؟

دراصل دشمنانِ اسلام کا اس قسم کے من گھڑت قصوں سے صرف مقصد یہ ہوتا کہ مسلمانوں کو قرآن کریم کے حوالے سے شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا جائے، حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ قرآن کی شان یہ ہے کہ کسی

بھی قسم کا باطل اس پر آگے یا پیچھے سے حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ایک حرف یا ایک کلمہ شیطان کی جانب سے اس میں شامل ہو گیا ہے تو بقیہ سارا قرآن مشکوک ہو جائے گا۔

2۔ رسالت مآب ﷺ کو اپنی رسالت پر شکوک و شبہات تھے:

بروکلمان نے سیرت النبی ﷺ پر ایک بہتان یہ باندھا ہے کہ العیاذ باللہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت پر یقین اور اعتماد نہیں تھا، لکھتا ہے کہ:

> "His insight into the emptiness of his countrymen's polytheism posed for him the problem: how long was god going to leave them in disbelief , since he had, after all , revealed himself to other peoples through his prophets? thus the thought ripened within him that he himself had been called to this mission of a prophet." [35]

> "اور اس کے جی میں یہ سوال پختہ ہونے لگا کہ: کب تک اللہ تعالیٰ لوگوں کو گمراہی میں چھوڑے رکھے گا، ہمیشہ اللہ تعالیٰ دوسری اقوام پر اپنے انبیائے کرام کے ذریعے اتمام حجت کو ظاہر کرتا رہا ہے؟ اسی طرح اس کے جی میں اس فکر نے جگہ پکڑ لی کہ اس کو نبوت کی ادائیگی یعنی رسالت و نبوت دے کر بھیجا گیا ہے، یہاں تک کے اس نے اپنے سماع سے متعلق یہ گمان کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے کی گئی ہے وحی ہے۔"

بروکلمان کا خیال یہ ہے کہ جس طرح پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء آتے رہے ہیں، اسی طرح محمد (ﷺ) کو بھی لگا کہ چونکہ عرب معاشرہ گمراہیوں کی دلدل میں پہنچ چکا ہے تو ان کی ہدایت کے لیے بھی کوئی پیامبر ہونا چاہیے، پس اس سوچ اور فکر نے اس کو اس بات پر ابھارا کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ جو کچھ وہ سنتا ہے اس کو وحی الٰہی سمجھے۔

بروکلمان کے اس دعوے کی تردید:

بروکلمان کے اس موقف کی مختلف اسالیب اور وسائل کے ذریعے سے مسلمان محققین نے تردید بیان کی گئی ہے مثلاً

ڈاکٹر عمر فروخ، بروکلمان کی ہی کتاب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

> "یہ سیاسی دشمنوں کی جانب سے محض دینی مخالفت اور تعصب پر مبنی دعویٰ ہے، وہ محمد ﷺ کی نبوت کو صحیح تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، باوجود اس کے کہ وہ اس نبوت سے متعلق بنی اسرائیل کی تمام انبیاء کرام کے ہاں ذکر پاتے ہیں۔" [36]

اسی طرح شیخ غزالی نے اس موضوع پر تعلیق لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

> "اور ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ مستشرق من جملہ وحی کا منکر ہے؟ اگر ایسا ہے تو نبوت کا کہیں بھی وجود نہیں ہے، (اس صورت میں) مستشرق کی اپنی دیانت ساقط ہو جاتی ہے قبل اس کے کہ اُس (یعنی آپ ﷺ) کی دیانت ساقط ہو جس کی ہجو بیان کر رہا ہے۔ اور

اگر وہ وحی پر ایمان رکھتا ہے اور یہود و نصاریٰ کے انبیاء کی ہی صرف تصدیق کرتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ کوئی تعصب ہے جو اس کو اپنے آباؤ اجداد اور قوم کی جانب سے ملا ہے؟ لہذا اس موقف کی نہ تو کوئی علمی تائید ہے اور نہ یہ کوئی تحقیقی بحث ہے۔"[37]

اس موقع پر ایسے بہت سے سوالات ہیں جو بروکلمان پر وارد ہوتے ہیں جیسا کہ وہ کیوں آپ ﷺ کی نبوت کا انکار یا اسے نظر انداز کر رہا ہے؟ وہ کیوں دیگر انبیاء اور بنی اسرائیل کی نبوت کو نظر انداز نہیں کرتا؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ محمد (ﷺ) بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں یا اس وجہ سے کہ محمد (ﷺ) جس کتاب کو لے کر آئے ہیں اس میں ان من گھڑت باتوں کی تکذیب کی گئی ہے جو انہوں نے اپنی کتابوں میں داخل کر لی ہیں، یا یہ کہ محمد (ﷺ) جس کتاب کو لے کر آئیں ہیں وہ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی ابھی تک موجود ہے، اور کوئی ایسی شئے نہیں جس نے اس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کر دی ہو، وہ اب بھی اپنے اعجاز پر باقی ہے، یا یہ کہ بروکلمان کے پاس عیسیٰ (علیہ السلام) اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کی نبوت اور کتابوں کی صحت پر تو قطعی دلیل موجود ہے لیکن محمد (ﷺ) کی نبوت کی صحت پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے؟ یا یہ کہ بنی اسرائیل کی نبوتیں خاص تھیں اور آپ ﷺ کی نبوت عام ہے جس کی وجہ سے وہ محمد ﷺ سے حسد کرنے لگا اور آپ ﷺ کی نبوت کو قبول کرنے سے انکاری ہو گیا؟ کیا بروکلمان محض ان وجوہات کی بنا پر آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکاری رہا ہے؟ یا یہ کہ وہ تصدیق تو کرتا ہے لیکن دینی تعصب اور سیاسی مقاصد نے اس کو مجبور کیا کہ وہ آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرے؟

ذیل میں بروکلمان کی تردید کے لیے نصوص شرعیہ کے علاوہ بعض مستشرقین کی آراء سے درست موقف کو ثابت کیا جاتا ہے تاکہ اس کے لیے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے:

1. مستشرق جانسن نے آپ ﷺ کی دعوت کی تصدیق سے متعلق اپنی کتاب (الدیانات الشرقیہ) میں لکھا ہے کہ: "اور وہ ایک عالمی شریعت لے کر تشریف لائے جس میں ہدایت کی ان تمام متفرق روشنیوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو دیگر انبیاء کرام کے دلوں پر نازل ہوئی تھیں، یہ ایک ایسی رسالت ہے جس کی ادائیگی میں ہمت و غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی انانیت کو جگہ نہیں دی گی۔ اگر وہ ایسا (انانیت پر مبنی) کچھ دعویٰ کرتا تو یہ اتنا واضح نہ ہوتا کہ اس نے کیسے خواب غفلت میں پڑے لوگوں میں جان ڈالی، کیسے مختلف تنازعات اور اختلاف میں پڑے لوگوں کو یکجا کر دیا، اور ایک ایسی امت تشکیل دے دی جو عمل پر یقین رکھتے ہوئے ہمیشہ کی نعمتوں کی خوگر ہو گئی۔"

2. اللورد ھدلی لکھتا ہے کہ: "محمد (ﷺ) کی رسالت خدا کی جانب سے دی گئی ایک ایسی سچی رسالت ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقین کے لیے ہدایت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب وحی کی، جو توراۃ کے احکام میں موجود سختیوں کو ختم کرنے اور انجیل میں موجود احکام کی تفصیل کے لیے نازل ہوئی ہے۔"

3. (اونست رینان)[38] نے اپنی کتاب (تعلیقاتی علی تواریخ الادیان) میں لکھا ہے کہ: "میری سائنسی اور تاریخی تحقیقات نے مجھے ثابت کیا ہے کہ اس بات میں قطعاً کوئی صداقت نہیں ہے کہ میں حضرت

محمد ﷺ پر جھوٹ اور بہتان باندھوں، ان سب کا ماخذ دراصل کچھ روایتی تضادات اور قومی رسوم ہیں جن کو کچھ متعصب لوگ اپنے گستاخ دماغوں اور قابل مذمت جنونیت کو شفا بخشنے کے لیے پڑوپیگنڈہ کرنا چاہتے ہیں۔"

4. انگریزی مستشرق (ھرج ویلز) نے بیان کیا ہے کہ: "محمد (ﷺ) کی صداقت پر سب سے اعلیٰ دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس کے متبعین میں سے اس کے گھر کے لوگ اور اس کے قریبی لوگ تھے جو اس کے اسرار سے آگاہ تھے اگر ان کو اس کی صداقت سے متعلق کوئی شکایت ہوتی تو وہ اس کی کبھی پیروی نہ کرتے۔)

5. فرانسیسی شاعر (لامارتین) [39] آپ ﷺ کی دعوت کے سچا ہونے سے متعلق لکھتا ہے کہ: "محمد کی زندگی جیسی زندگی، اس جیسی فکر، تامل اور غور و فکر کی صلاحیت، جہاد اور ثابت قدمی۔۔۔ یہ سب صفات اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ وہ دھوکہ باز تھے نہ انہوں نے کوئی باطل زندگی گزاری ہے، ایک ایسے مذہب کا بانی جس میں کوئی اختلاف نہ ہو، اور روح و قلب کے نقطہ نظر سے جنت میں ایک ریاست کے فاتح تھے۔"

6. روسی فلاسفر (تولستوی) [40] کی آپ ﷺ کی نبوت کی سچائی سے متعلق رائے یہ ہے کہ:

"اس کے فخر کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حق کے نور، سکون اور اسلام کی جانب رہنمائی کے لیے لاکھوں لوگوں کے لیے وسیلہ بنا، انسانیت کی فتح کے لیے عالی روح کی زندگی کا راستہ واضح کیا، اور یہ ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ جس پر وہی شخص قائم رہ سکتا ہے جس کو آسمانی قوت، الہام اور مدد حاصل ہو۔"

یہ بعض ایسے مستشرقین کی آراء تھیں جنہوں نے بغیر کسی تعصب اور عناد کے حق کو تسلیم کیا ہے، اور آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت پر واضح دلائل کو جانتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ واقعی آپ ﷺ ایک سچے نبی ہیں۔ [41]

3۔ کارل بروکلمان کے نزدیک دینِ اسلام یہودیت و نصرانیت کا چربہ ہے، لکھتا ہے کہ:

"Muhammad's religion must not , of course , be judged only by the Quran. There is really no question of his having system ; acuteness and intellectual consistency were never his strong points. His intellectual world was his own only to the smallest degree is stemmed mostly from Judaism and Christianity , and was skillfully adapted by him to the religious needs of his people." [42]

(ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ) ہم صرف قرآن کی بنیاد پر دین محمدی کے بارے میں کوئی یقینی فیصلہ کریں، یہ مسئلہ کسی منظم نظام کا نہیں ہے، اس کی درستگی اور فکری ہم آہنگی اس کے مضبوط ترین پہلو نہیں تھے، بلکہ اس کی فکری دنیا اور اس کی خالص تخلیقی صلاحیتیں سوائے ایک چھوٹی سی حد کے اور کچھ نہیں تھیں، دراصل یہ (سب کچھ) یہودیت اور عیسائیت سے پہلے درجے میں ظاہر ہوا، جس کو محمد نے انتہائی مہارت سے اپنے لوگوں کی مذہبی ضروریات کے مطابق ڈھال لیا۔

بروکلمان کی عبارت میں واضح تناقض ہے، عبارت کا درمیانی حصہ اس کے عجز کو بیان کر رہا ہے، قرآن میں فکری مستقل مزاجی اور درستگی کیسے مضبوط نہیں ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ نے یہودیت اور نصرانیت سے حاصل ہونے والی معلومات کو اپنے قالب میں بھی ڈھال لیا ہے؟ کیا یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ ایک شخص جو دوسروں سے حاصل ہونے والی معلومات کو ایک اور قالب میں ڈھال سکتا ہے وہ اس کی دقت کی تحقیق بھی کر سکتا ہے؟ وگرنہ اس کو قالب میں ڈھالنا کیونکر ممکن ہے؟

سوال یہ ہے کہ فکری ہم آہنگی سے بروکلمان کی مراد کیا ہے؟ کیا یہ ایک مہمل فکر ہے؟ کیا یہ نفسیاتی ماحول سے متحد نہیں؟ کیا قرآنی فکر مکمل ہونے سے پہلے ایک موضوع سے دوسرے موضوع میں منتقل ہو جاتی ہے؟ کیا وقوع پذیر ہونے والے واقعات اُس مطابق نہیں ہیں جس کی خبر قرآن نے دی ہے، لہذا یہ کہنا کیونکر درست ہے کہ قرآنی فکر درست نہیں ہے یا وہ کسی سے مستعار لیے گے ہیں؟

ایسے بہت سے سوالات ہیں جو مخاطب کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، اس لیے کہ عبارت عام ہے اور اس کا کوئی خاص متعین مفہوم نہیں ہے کہ ہم صرف اسی مفہوم کو بنیاد بنا کر اس کی تردید کر سکیں۔

جہاں تک فکر اور شرعی احکام سے متعلق بات کی گئی ہے کہ وہ یہودیت اور نصرانیت سے مستعار لیے گے ہیں جو کے عبارت کا دوسرا حصہ ہے تو یہ بھی ایک غریب قول ہے، اس لیے کہ جوھر کے اعتبار سے تمام دین ایک ہی ہیں، یعنی توحید کی دعوت، اصلاح کی دعوت ہر ایک میں مشترک ہے۔ پس جب یہودیت و نصرانیت اس مشابہت (جوھر) میں اسلام کے ساتھ ہیں تو اس میں تعجب کرنے کی کیا بات ہے؟ کیا اللہ ایک نہیں ہے کہ جس نے تمام رسولوں کو خوشخبری دے کر بھیجا ہے؟ اور کیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ ہم یہ کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت حضرت موسیٰؑ سے مستعار لی گئی ہے؟

شیخ غزالی اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ بے شک محمد (ﷺ) نے جہان والوں کے سامنے انتہائی خوش اسلوبی اور واضح بیان کے ساتھ نفیس عقائد اور شرائع کو واضح کیا ہے، اگر یہ دین اللہ کے بغیر اس کی اپنی طرف سے بنایا جانا مان لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ ایک انسان ادیان کو بنانے میں بندوں کے رب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، وگرنہ یہ کیسے ممکن ہے قرآن اور اس کے مشمولات تو ایک انسانی کاوش ہو لیکن عہد قدیم وجدید (تورات وانجیل) خدا کا عمل ہو؟[43]

شیخ احمد محمد جمال بیان کرتے ہیں کہ: ((ایسا کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اسلام ان تمام تعلیمات پر متفق ہے جو قرآن اور ما قبل ادیان سماویہ میں سنت اور راستہ بنا کر ہر دین سماوی کے لیے ایک اصل کی حیثیت سے متعارف کرائی گئی ہیں، اور وہ توحید ہے یا وہ مکارم اخلاق ہیں جن کی جانب ہم دعوت دیتے ہیں)) پھر اس سے آگے بڑھ کر لکھتے ہیں کہ: ((لیکن جہاں تک زمانہ کی گردش کے باوجود انسان کی ہر ضرورت و مصالح، ہر وطن اور ہر انسان کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس معاملے میں اسلام بغیر کسی اختلاف کے اپنی صفاتِ شمولیت، وسعت اور احاطہ کی بنا پر دیگر تمام ادیان سے منفرد ہے))[44]

پس آپ ﷺ جس شریعت کو لے کر آئیں ہیں وہ کوئی ان کی اپنی کاریگری نہیں ہے، انہوں نے اس کو یہودیت و نصرانیت سے لے کر کسی ایسے قالب میں نہیں ڈھالا کہ جس سے یہود و نصاری یا ان کے علاوہ دیگر ادیان والوں کی خوشنودی حاصل کی جا سکے۔ آپ ﷺ کے اقوال و افعال ایک ایسے قابل تعریف منہج پر مبنی ہیں جو آسمان سے جڑا ہوا ہے، جس کو جبرائیلؑ لے کر نازل ہوئے ہیں۔

یہودیت اور دیگر ادیان سے متاثر ہونے کے دو مزید دعوے:

جیسا کہ ماقبل بروکلمان نے یہ دعویٰ کیا کہ اسلام یہودیت و نصرانیت کا چربہ ہے اسی سوچ و فکر کو بنیاد بنا کر اس نے نماز و روزہ کو بھی اغیار کی خوشنودی کا باعث قرار دیا ہے۔ فرض نمازوں سے متعلق لکھتا ہے کہ:

> "While Muhammad and his followers prayed twice a day in mecca , and according to Jewish example three time in medina , subsequent ritual , under Persian influence, makes five prayer periods obligatory." [45]

> محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی مکہ میں صرف دو مرتبہ، جب کہ مدینہ میں یہودیوں کے طریقہ کے مطابق تین مرتبہ نماز ادا کرتے تھے، فارس کے زیر اثر آخری شعائر کے لیے ضروری تھا کہ پانچ وقت کی نماز ہو۔

یہ بھی ایک بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی دعوی ہے کیونکہ نماز اہل عرب کے ہاں اسلام کے آنے سے پہلے بھی معروف تھی جس کا مقصد دعا تھا، لہذا کسی اور سے مستعار لینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس جب اسلام آیا تو اس نے اسی کی پیروی کرتے ہوئے مکہ میں دو نمازوں کو فرض کیا، جو صبح کی دو اور شام کی دو رکعتوں تک محدود تھیں، اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس قول ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِٱلْعَشِيِّ وَٱلْإِبْكَٰرِ﴾[46] میں اشارہ کیا ہے، بعض مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ پھر اسی نہج پر یہ عبادت قائم رہی یہاں تک کے اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا جو ہجرت سے پہلے ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کیں، اور یہ نمازیں مکہ مکرمہ میں فرض ہوئیں، مدینہ میں ان کی فرضیت نہیں ہوئی ہے جیسا کہ بروکلمان کہہ رہا ہے۔

اس موضوع کے حوالے سے بروکلمان کی تردید کرتے ہوئے استاد احمد الحمانی لکھتے ہیں کہ:

> "بروکلمان اس بات سے ناواقف نہیں کہ مسلمان مکہ مکرمہ میں دن اور رات میں پانچ نمازیں ادا کرتے تھے، پس پانچ نمازیں اسراء اور معراج کی رات مکہ میں فرض ہوئیں، اور اس فرض کا نزول اللہ تعالیٰ کے اس قول (فسبحان اللہ حین تمسون۔۔۔ الخ) میں ہوا ہے اور سورہ روم بالاتفاق مکی ہے۔ پس ایسی کون سی شئے ہے جس نے بروکلمان کو تاریخ کو مسخ کرنے اور حقائق کو بگاڑنے پر مجبور کیا ہے؟ یہ ہمارے بچوں کے دلوں میں ایمان پر حملہ کر کے ایمان کو متزلزل کرنے اور انہیں ڈگمگانے کی کوشش کر رہا ہے۔"[47]

جب بروکلمان یہ جانتا ہے کہ پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے تو اس کے بعد یہ کہنا کہ رسول نے نماز کو فارس یا مجوسیوں سے لیا ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اتنا بڑا تاریخ دان نہ تو مسلمانوں کی تاریخ کو صحیح جان

پایاہے اور نہ اہل فارس کی تاریخ کا اس کو صحیح ادراک ہے کہ جو لوگ مجوسی تھے، آگ کی پوجا کرتے تھے، ان کے پاس کیسے ایسی کوئی عبادت ہو سکتی ہے جس کو نماز کی طرح جانا جاتا ہو؟

روزہ سے متعلق غلط دعویٰ:

بروکلمان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول نے یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے روزے کی قانون سازی کی، یا یہ کہ آپ نے اسے کسی مذہبی فرقے سے مستعار لیا، چنانچہ لکھتا ہے کہ:

> "The prophet's religious interests in the early days of his stay in medina were governed by his relationship to the Jews. On his arrival he must have hoped that they would be converted to his doctrines , and so he attempted to win them over by adapting the ritual of his community to theirs in some points. After the example of the Jewish fast on the Day of Atonement , the tent of Tishri, he established a fast for the day of the "Ashura" the tenth of Muharram." [48]

> مدینہ میں قیام کے ابتدائی زمانے میں نبی ﷺ کی مذہبی دلچسپی یہودیوں کے ساتھ تعلقات پر غالب تھی اور آپ کو یہ امید ضرور تھی کہ آپ ﷺ کے (مدینہ میں) پہنچ جانے کے بعد وہ ایک مذہب میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لیے وہ اس بات کے مشتاق ہوئے کہ اپنی شریعت کے مختلف مسائل میں اُن کی شریعت کے احکام سے موافقت پیدا کریں۔ پس انہوں نے محرم کی دس تاریخ کو عاشورا کا روزہ متعارف کرایا جس طرح کے یہود اکتوبر کے مہینہ کی دس تاریخ کو غفران کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

یہ بھی ایک بے بنیاد اور کم فہمی پر مبنی دعوی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ روزہ ایک قدیم فریضہ ہے جس سے سابقہ تمام امتیں متعارف ہیں اور ہر دین والے کو اس کا مکلف بنایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾[49] یعنی روزہ تمام ادیان میں ایک فرض کی حیثیت سے عبادت رہی ہے۔

جہاں تک عاشوراء کا تعلق ہے تو یہ روزہ عربوں میں اسلام سے پہلے بھی متعارف تھا۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ میں اس دن کے روزہ کا حکم دیا تھا۔[50] اور جب وہ مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو عاشوراء کا روزہ ان کے ہاں متعارف تھا۔ جہاں تک رمضان کے روزے کی فرضیت کا تعلق ہے تو یہ مدینہ منورہ میں اس وقت فرض ہوا جب اسلام اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا، احکامات کا نزول ہو رہا تھا، عقائد کی پختگی کے بعد اعمال پر زور دیا جا رہا تھا، تو مسلمانوں پر رمضان کے روزوں کو فرض کیا گیا تا کہ ان میں سے متقین کو پہچانا جا سکے جیسا کہ ان سے پہلے والوں پر اس کو فرض کیا گیا تھا۔ لہذا اس میں ایسی کون سے عجیب بات ہے کہ اسلام ایک ایسے روحانی اصول کو تسلیم کرتا ہے جس میں تزکیہ نفس اور فرد کی

پاکیزگی ہے؟

رمضان کے روزہ کی فرضیت سورہ بقرہ کی آیت نمبر 183 سے 185 تک کے ضمن میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے، لہذا یہ کہنا کیونکر درست ہے کہ مسلمانوں نے یہ عبادت کسی اور سے مستعار لی ہے جب کہ اس کا حکم تو قرآن کریم میں واضح طور پر دیا گیا ہے۔

مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے اس بات کو انتہائی اہمیت دی کہ یہود و نصاری کو ان کی کتابوں میں موجود تعلیمات کا از سر نو ادراک کرایا جائے تاکہ جب وہ اس پر ایمان لے آئیں گے جو ان کی کتابوں میں موجود ہے تو آپ ﷺ پر بھی ایمان لے آئیں گے ۔ آپ ﷺ کا مقصد ان کے دین سے کسی چیز کو مستعار لینا یا کسی چیز کو داخل کرنا نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ یہود و نصاریٰ کو اپنی کتابوں کا دوبارہ مطالعہ کرنے پر زور دیں جیسا کہ سورہ المائدۃ کی آیت 15 اور 68 میں اس کا بیان موجود ہے۔

خلاصہ بحث:

ماقبل میں فلپ ہٹی اور بروکلمان کی جو آراء بیان ہوئی ہیں اس کا تنقیدی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کو مطعون کرنے میں دونوں کا منہج و اسلوب غیر علمی اور غیر تحقیقی رہا ہے، ان کا اندازِ بیان اسلام کے خلاف جانب داری، تعصب اور عناد کی خبر دیتا ہے۔ جیسا کہ فلپ ہٹی کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کا حضرت زینب سے نکاح کا مقصد محبت کی تکمیل تھی، اس میں کوئی علمی تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ ہٹی نے دراصل اس مسئلہ میں ان اسرائیلیات پر اعتماد کیا ہے جو کے بعض تفاسیر کی کتابوں میں منقول ہوئی ہیں اور خود ان آیات میں غور و فکر نہیں کیا جو اس موضوع کی حقیقت کو بیان کرتی ہیں، اگر ہٹی اس سورہ احزاب کی آیت نمبر 37 کا مفہوم سمجھ لیتا تو اس سے وہ غلطی سرزد نہ ہوتی جو اس نے کی ہے۔ روایات کی جانچ پڑتال کیے بغیر جو دوسروں نے کہا اس نے بھی اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے وہی نقل کر دیا ہے۔

اسی طرح قرآن کے علاوہ دیگر نبوی معجزات کا جو انکار کیا ہے اس میں بھی علمی بحث کہیں دیکھنے کو نہیں ملتی، کسی مستند مرجع سے استدلال نہیں کیا گیا ہے، بغیر کسی ثبوت کہ زبردستی یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے وہی درست ہے۔

اس کے علاوہ بروکلمان نے بنیادی طور پر درج ذیل مسائل کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے:

1) **آپ ﷺ کا اپنی رسالت پر عدم اعتماد۔**

2) **غرانیق العلیٰ کا مسئلہ۔**

3) **دین اسلام کو غیروں کے دین کا چربہ قرار دینا۔**

ان سابقہ امور میں بروکلمان کوئی نیا شخص نہیں ہے، یہ پرانی صلیبی افکار ہیں جس کو صلیبیت کے حاملین نے صلیبیوں سے لیا تاکہ رسالت کی اصلیت اور اس کے مضمون کو ہی جھٹلا دیا جائے، اور اس شئے کو بھی جس کی صداقت کے لیے یہ بھیجی گئی ہے، وہ یہ جانتے ہیں کہ ان کی دشمنی کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کے پاس اصل ہتھیار اپنے

دین کو مضبوطی سے تھام لینا ہے۔ پس اس قسم کے جھوٹے الزامات اور بہتان تراشیوں سے ان کا اصل مقصد مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔

پس ہٹی ہو یا بروکلمان، دونوں نے تحریک استشراق کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے تاریخ اسلام کو موضوع بحث بنایا ہے، لیکن تاریخ کے بیان میں علمی تحقیق، حقیقت کی جستجو اور روایات کی جانچ پڑتال کرنا ہر گز ان کا مطمح نظر نہیں رہا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام السیاسی، (دار الجیل، بیروت، 1996ء) ج 1، ص 233-234
Hassan Ibrahim Hassan, *Tareekh al-Islam al-Siyasi* (Dar al-Hilal, Beirut, 1996), Vol. 1, pp. 233-234.

2 الغزالی، محمد، دفاع عن العقیدۃ والشریعۃ ضد مزاعم المستشرقین، (قاھرۃ، نھضۃ مصر) ص، 3۔
Al-Ghazali, Muhammad, *Difa' 'an al-Aqeedah wa al-Shari'ah did Mazaim al-Mustashriqin* (Cairo, Nahdat Misr), p. 3.

3 Philip K. Hitti , History of the arabs , 3rd edition , Macmillan Education Ltd , 1946 , pg: 120

4 الحجرات: 13۔
Al-Hujurat: 13.

5 البیہقی، شعب الایمان، ج 2، ص 88۔
Al-Bayhaqi, *Shu'ab al-Iman*, Vol. 2, p. 88.

6 الاحزاب: 5
Al-Ahzab: 5

7 الاحزاب: 36
Al-Ahzab: 36

8 العامری، عماد الدین یحییٰ بن ابی بکر، (بھجۃ المحافل، بیروت) ج 1، ص 289.
Al-Amiri, Imad al-Din Yahya bin Abi Bakr, *Bahjat al-Mahafil* (Beirut), Vol. 1, p. 289.

9 الاحزاب: 37
Al-Ahzab: 37

10 الاحزاب: 37
Al-Ahzab: 37

11 د، الشعوط، ابراہیم، اباطیل یجب ان تمحی من التاریخ، ص 75-78
Dr. Al-Sha'wat, Ibrahim, *Abateel Yajib an Tumha min al-Tareekh*, pp. 75-78.

12 الاحزاب: 37
Al-Ahzab: 37

13 الزمخشری، ابو القاسم، الکشاف، (دار الفکر ابو السعود، بیروت)، ج 2، ص 213۔
Al-Zamakhshari, Abu al-Qasim, *Al-Kashaf* (Dar al-Fikr, Beirut), Vol. 2, p. 213.

14 الطبری، مجمع البیان، (بیروت، 1380)، ج 22، ص 140؛ سید قطب، فی ظلال القرآن، (بیروت، 1386)، ج 22، ص 27
Al-Tabari, *Majma' al-Bayan* (Beirut, 1380), Vol. 22, p. 140; Sayyid Qutb, *Fi Zilal al-Qur'an* (Beirut, 1386), Vol. 22, p. 27.

15 ابن الخطیب، محمد محمد عبد اللطیف، حقائق ثابتۃ فی الاسلام، (القاہرۃ، 1394ھ)، ص 14-15
Ibn al-Khatib, Muhammad Muhammad Abd al-Latif, *Haqaiq Thabitah fi al-Islam* (Cairo, 1394 AH), pp. 14-15.

[16] تفسیر الخازن، (بیروت، دار الفکر)، ج4، ص216۔

Tafseer al-Khazin (Beirut, Dar al-Fikr), Vol. 4, p. 216.

[17] Philip K. Hitti , History of the arabs , 3rd edition, pg: 120

[18] Philip K. Hitti , History of the arabs , 3rd edition, pg: 129

[19] السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، (دار الفکر، بیروت)، ج2، ص116۔

Al-Suyuti, Jalal al-Din, *Al-Itqan fi Ulum al-Qur'an* (Dar al-Fikr, Beirut), Vol. 2, p. 116.

[20] القمر:1

Al-Qamar: 1

[21] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب: {وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا}، حدیث، 4864

Al-Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab Tafsir al-Qur'an, Bab: { وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا}, Hadith 4864.

[22] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب سُؤَالِ الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ، حدیث، 3637

Al-Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab al-Manaqib, Bab Su'al al-Mushrikeen an Yuriya-hum al-Nabi (SAW) Ayatan Fa'ra-hum Inshiqaq al-Qamar, Hadith 3637.

[23] معجزہ کی تفصیل کے لیے سورۃ "الاسراء" کی پہلی آیت اور اس کے ذیل میں بیان کی گئی تفاسیر دیکھیں۔

. For details of the miracle, refer to Surah "Al-Isra" Ayah 1 and the exegeses provided thereunder.

[24] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب الوضوء من التور، حدیث، 200۔

Al-Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab al-Wudu, Bab al-Wudu min al-Tur, Hadith 200.

[25] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، بَابُ غَزْوَةُ مُؤْتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّامِ، حدیث، 4261تا4264۔

Al-Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab al-Maghazi, Bab Ghazwat Mu'tah min Ard al-Sham, Hadith 4261 to 4264.

[26] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب التقنع، حدیث، 3906۔

Al-Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab al-Libas, Bab al-Taqannu', Hadith 3906.

[27] ھیکل، محمد حسنین، حیاۃ محمد، (القاھرۃ، 1965ء) ص212۔

Haikal, Muhammad Husayn, *Hayat Muhammad* (Cairo, 1965), p. 212.

[28] Carl Brockelmann , History of the Islamic people , (capricorn books publisher , 1960), pg:14

[29] G.M , Draigcatt , Op , Cit , Pg:83 .

[30] الحج:52

Al-Hajj: 52

[31] الاسراء:73-75

Al-Isra: 73-75

[32] الحج:51

Al-Hajj: 51

[33] الحاقۃ:44تا48

Al-Haqqah: 44-48

[34] النجم:3-4

Al-Najm: 3-4

[35] Carl Brockelmann , History of the Islamic people , pg:15

[36] بروکلمان، تاریخ الشعوب الاسلامیۃ، حواشی، ص36۔

Carl Brockelmann, *History of the Islamic Peoples*, p. 15

[37] الغزالی، دفاع ضد مطاعن المستشرقین، ص23۔

Al-Ghazali, *Difa' did Mataa'in al-Mustashriqin*, p. 23.

[38] ایک فرانسیسی فلسفی جس نے مذہبی اسکولوں میں داخلہ لیا، مشرقی زبانوں میں مہارت حاصل کی، لبنان کا سفر کیا، خود کو اسلامی عقائد کے لیے وقف کیا، اور اس کی 78 کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ اگر ابن رشد نہ ہوتے تو میں ارسطو کے فلسفہ کو کبھی نہ سمجھ پاتا۔ سامی زبانوں کی اور ادیان کی تاریخ، مشرقی ادب کو پیش کیا۔

A French philosopher who enrolled in religious schools, mastered Eastern languages, traveled to Lebanon, devoted himself to Islamic beliefs, and authored 78 books, stated that without Ibn Rushd, he would never have understood Aristotle's philosophy. He presented the history of Semitic languages, religions, and Eastern literature.

[39] فرانسیسی شاعر اور ناول نگار ہیں، 1790 میں پیدا ہوئے اور 1869 میں فوت ہوئے، وہ بہت سے سیاسی عہدوں پر فائز رہے، جمہوریت، سماجی انصاف اور عالمی امن کے اصولوں پر یقین رکھتے تھے، اور فروری انقلاب کے بعد عبوری حکومت کے صدر بنے۔

A French poet and novelist, born in 1790 and died in 1869, held many political positions, believed in democracy, social justice, and world peace principles, and became president of the interim government after the February revolution.

[40] روسی ناول نگار اور فلسفی، جو 1828 میں پیدا ہوا اور 1910 میں فوت ہوا، اس نے 1851 عیسوی میں فوج میں شمولیت اختیار کی، وہ ایک روحانی بحران سے گزرا، جس کا نتیجہ، عیسائی پر ایمان لانے کی صورت میں سامنے آیا، اس کے بچپن/لڑکپن/جوانی کے آثار/ اور ایک جنگ پر آپ بیتی ہے جس کا نام اس نے حرب اور سلام رکھا، ایک اور کتاب ہے جس کا نام بعث رکھا۔

A Russian novelist and philosopher, born in 1828 and died in 1910, joined the army in 1851, went through a spiritual crisis, resulting in his conversion to Christianity. His works include reflections on his childhood/adolescence/youth and a war autobiography titled *War and Peace*, and another book titled *Resurrection*.

[41] اس کے علاوہ خود توراۃ اور انجیل میں بھی آپ ﷺ کی نبوت پر دلائل موجود ہیں لیکن طوالت سے اجتناب کی خاطر مستشرقین کی ہی بعض آراء کو پیش کرتے ہوئے محض الزامی جوابات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

In addition, there are also arguments for the prophethood of Muhammad (PBUH) in the Torah and the Bible, but for the sake of brevity, only the views of the Orientalists have been presented and only rebuttal answers have been sufficed.

[42] Carl Brockelmann , History of the Islamic people , pg:36

[43] الغزالی، دفاع عن العقیدۃ، ص35

Al-Ghazali, *Difa' 'an al-Aqeedah*, p. 35.

[44] جمال، مفتریات عن الاسلام، ص36۔

Jamal, *Muftiraat 'an al-Islam*, p. 36.

[45] Carl Brockelmann , History of the Islamic people , pg:39

[46] غافر:55

Al-Ghafir: 55

[47] الحمانی، مجلۃ جوھر الاسلام، ص48۔

Al-Hamani, *Majallat Jawhar al-Islam*, p. 48.

[48] Carl Brockelmann , History of the Islamic people , pg:21

[49] البقرۃ:183

Al-Baqarah: 183

[50] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، حدیث:1893۔

Al-Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab al-Sawm, Bab Wujub Sawm Ramadan, Hadith 1893.